20

مُبلّغینِ سِلسلہ کی دُعاؤں سے مدد کرو

(فرمودہ ۲۳؍جون ۱۹۱۶ء)

تشہد و تعوّذ اور سورۂ فاتحہ اور مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝ (البقرہ: ۱۸۷)

مَیں اس وقت جس مضمون کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں وہ ہے تو بہت لمبا بلحاظ اس زمانہ کی ضروریات کے۔ کیونکہ اس زمانہ میں جب تک کسی بات کو کھول کر مشرح اور مفصّل نہ بیان کیا جائے لوگ کم سمجھتے ہیں ورنہ صحابہؓ کے زمانہ میں بہت لمبی لمبی باتیں نہایت مختصر فقرات اور جملات میں بیان کر دی جاتی تھیں اور سامعین اسی کو کافی خیال کرتے تھے۔ غرض یہ مضمون تو اس قابل ہے کہ اس کی خوب تشریح کی جائے لیکن چونکہ چار پانچ روز سے مجھے بخار آتا ہے اور ڈاکٹر صاحب نے بولنے کے متعلق فرمایا ہے کہ مضر ہے۔ اس لئے مَیں اس کو مختصراً بیان کرتا ہوں۔ آگے ہر شخص اپنے فہم اور سمجھ کے مطابق سوچ لے۔

اس وقت ہمارے کچھ مبلّغ بیرونجات میں کام کر رہے ہیں۔ ایک انگلستان میں ہے ایک مارشیس میں۔ ایک پورٹ بلیئر میں ہے۔ ایک بنگال میں۔ اسی طرح پنجاب کے مختلف علاقوں میں ہیں۔ مدد۔ تائید اور نصرت کے تو سب ہی محتاج ہیں۔ کیونکہ تمام انسانی کاموں کو اللہ تعالیٰ نے کچھ اس قسم کا بنایا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے سہارے اور تعاون سے چلتے ہیں۔ مگر ان میں سے جو بیرونی ممالک میں مبلّغ ہیں۔ وہ مدد کے زیادہ محتاج ہیں۔ محتاج ہی نہیں بلکہ زیادہ مستحق ہیں اس بات کے کہ ہماری جماعت کے تمام لوگ ان کی مدد کریں۔ پھر ان میں سے بھی مدد کے زیادہ مستحق وہ ہیں

جن کی تبلیغ ایسے لوگوں میں ہے جو نسلاً بعد نسلٍ اسلام کے دشمن چلے آرہے ہیں اور جو ایسی روایتوں میں پلے ہیں جن میں اسلام کو نظرِ حقارت سے دیکھا گیا ہے کمزور ترین بیان کیا گیا ہے۔

درحقیقت تبلیغ کا کام کسی خاص شخص کا کام نہیں بلکہ ہر ایک احمدی کا فرض ہے پس نادان ہے اور اپنے فرائض کو نہ سمجھنے والا ہے وہ انسان جو یہ خیال کرے کہ فلاں شخص جو تبلیغ کا کام کرتا ہے اپنا کام کر رہا ہے کیونکہ درحقیقت وہ ایک ایجنٹ ہے جس طرح تاجر کمپنیاں مختلف جگہوں میں اپنے ایجنٹ مقرر کرتی ہیں اور ایسا نہیں ہوتا کہ ہر جگہ مالکان کمپنی جائیں۔ اسی طرح ہمارے مبلغ ہماری تمام جماعت کے ایجنٹ ہیں کیونکہ سب کی سب جماعت ہر جگہ جا نہیں سکتی۔ اس لئے یہی ہوگا کہ ساری جماعت کے کچھ قائم مقام ہوں جو مختلف جگہوں میں کام کریں جب صورت حال یہ ہے تو آسانی سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ ان قائم مقاموں کی کامیابی تمام جماعت کی کامیابی ہے اور ان کی ناکامی تمام جماعت کی ناکامی اگر کسی ملک کی فوج کسی جگہ لڑ رہی ہو تو ملک کے تمام لوگوں پر اس کی مدد کرنا فرض ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ سپاہی جو بندوق اٹھائے مقابلہ کر رہا ہے اپنی قوت بازو دکھلا رہا ہے لیکن وہ اپنے ملک کے سب لوگوں کا قائم مقام ہو کر کھڑا ہے اس لئے اگر وہ گرتا ہے تو اس کا سارا ملک گر جاتا ہے اور اگر اسے کامیابی اور فتح حاصل ہوتی ہے تو اس کا سارا ملک فاتح کہلاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ قومیں جو سمجھدار ہیں اپنے ہر ایک سپاہی کی قربانی کو اپنی قربانی سمجھ کر اس کے لئے ہر ایک قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہیں۔ مگر وہ ملک کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا جس کے سپاہی دشمن سے لڑنے کے لئے جائیں۔ اور دوسرے لوگ کہیں کہ وہ اپنا فرض ادا کرنے کے لئے گئے ہیں۔ ہمیں ضرورت نہیں کہ ان کی مدد کریں۔ یا کسی طریق سے لڑائی میں حصہ لیں۔ کیونکہ جب تک ہر فرد بطاقت ترازوؤں کے پلڑا میں نہ ڈالی جائے اس وقت تک مقابل کے پلڑا سے بھاری نہیں ہو سکتا۔ پس مبلغین کا کام ان کا نہیں بلکہ ہم میں سے ہر ایک کا ہے خواہ وہ مرد ہے یا عورت۔ خواہ وہ بڑا ہے یا چھوٹا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کامیابی یا ناکامی کا اثر تمام جماعت پر پڑتا ہے اس لئے ان کی مدد کرنا درحقیقت آپ اپنی مدد کرنا ہے۔ پس ہماری جماعت کے تمام لوگوں کو چاہیئے

کہ ہر رنگ اور ہر ذریعہ سے جو خدا کے مبلّغین کی مدد کریں۔ کیونکہ ان کو مدد دینا ان کے لئے نہیں بلکہ اپنے لئے ہے اور اپنے بھی جسم کے لئے نہیں بلکہ روح کے لئے جو جسم سے بہت زیادہ قیمتی ہے۔

مبلغین کو مدد دینے کے ذرائع تو بہت سے ہیں۔ مثلاً مال سے مدد کرنا ایک ذریعہ ہے ان کو مفید اور فائدہ مند نصائح کرنا دوسرا ذریعہ ہے ان کے تبلیغی کام کے متعلق مفید مشورے دینا تیسرا ذریعہ ہے۔ ان کا ہاتھ بٹانے کے لئے ایسے مضامین لکھنا جو اپنے اندر روحانیت رکھتے اور اسلام کی صداقت پر دال ہوں چوتھا ذریعہ ہے۔ پھر کثرت سے ٹریکٹ چھپوا کر ان کے پاس بھیجنا کہ وہ تقسیم کر سکیں پانچواں ذریعہ ہے۔ غرض ان کی مدد کرنے کے بہت سے ذرائع ہیں لیکن ان سب سے زیادہ زور دار اور مفید و بابرکت ذریعہ جو ہے وہ دُعا کا ذریعہ ہے اس ذریعہ سے جس قدر مدد کی جا سکتی ہے اور کسی طریق سے نہیں ہو سکتی۔ لاکھوں لاکھ ٹریکٹ چھپوا کر ان کو بھیجے جائیں۔ کروڑوں کروڑ روپیہ ان کے لئے صرف کیا جائے بے انتہا مفید سے مفید مشورے اور اعلیٰ سے اعلیٰ نصیحتیں انہیں کی جائیں۔ ان کے دل کو مطمئن اور بافراغت رکھنے کے لئے ان کے بال بچوں کی خبر گیری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے مگر ان سب سے بڑھ کر دُعا مدد دے سکتی ہے کیونکہ یہ سب ذرائع ہوتے ہوئے انسان ناکام ہو جاتا ہے مگر دعا کی مدد جس کے ساتھ ہو وہ کبھی ناکام نہیں ہوتا۔ دنیا میں دوسری قومیں مال کے لحاظ سے ہم سے بہت زیادہ دولت مند ہیں مگر باوجود اس کے وہ مذاہب کے میدان میں ہمارے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ اگر عوام کی نگاہ میں ان کی کچھ کامیابی ہے تو یہ کوئی کامیابی نہیں کیونکہ ان کے ذمہ دار اور حقیقت شناس لوگ اس بات کو تسلیم کر رہے ہیں کہ ہمارا قدم پیچھے پڑ رہا ہے نہ کہ آگے۔ اسی طرح مشورہ دینے اور مفید باتیں بتانے والے بھی غیر اقوام میں بڑے بڑے عالی دماغ ہیں۔ مبلغین کے آرام و آسائش کا خیال رکھنے والے بھی وہ ہم سے زیادہ ہیں ٹریکٹ بھی لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں شائع کرتے ہیں۔ غرض یہ سب اشیاء دیگر اقوام کے پاس ہم سے بہت زیادہ ہیں۔ اگر کچھ نہیں ہے تو دُعا کا ہتھیار نہیں ہے۔ اور مقابلہ کے وقت ہمیشہ انہی سامانوں اور ذرائع سے کامیابی ہوا کرتی ہے جو دشمن کے پاس کم ہوں یا بالکل نہ ہوں۔ ان سامانوں کے ذریعہ غلبہ

نہیں ہُوا کرتا۔ جو دشمن کے پاس زیادہ ہوں۔ مثلاً ایک قوم جس کے پاس کروڑ روپیہ ہے وہ کہے کہ ہم اپنے دشمن پر جس کے پاس تیس کروڑ روپیہ ہے مالی رنگ میں فتح حاصل کرلیں گے تو یہ بالکل غلط بات ہے۔ کیونکہ پیشتر اس کے کہ اس کے دشمن کا روپیہ ختم ہو اس کا اپنا ختم ہو جائے گا اس لئے اس کے لئے کامیابی حاصل کرنے کے لئے یہ ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ اس موجودہ جنگ میں متحدہ سلطنتوں کے مدبّر اس بات پر غور و فکر کرتے رہتے ہیں کہ جرمن پر جلد تر فتح پانے کا کونسا ذریعہ ہو سکتا ہے اس کے لئے وہ ہر ایک قسم کے سامانوں کو دیکھتے ہیں اور پھر اس بات کا اندازہ لگاتے ہیں کہ کونسی چیز جرمن کے پاس کم ہے تا اس کے ذریعہ اس پر فتح حاصل کی جائے تو کسی دشمن پر فتح پانے کے لئے وہ ذریعہ نہایت کارآمد مفید اور جلد فیصلہ کرنے والا ہوتا ہے جو دشمن کے پاس نہ ہو یا کم ہو۔ پس اس وقت ہمارے پاس دعا ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جو ہمارے مخالفین کے پاس نہیں ہے اس لئے اس کے ذریعہ ہم ان پر کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔

اس وقت جو آیت مَیں نے پڑھی ہے اس میں نہایت لطیف پیرایہ میں خدا تعالےٰ نے یہ بتایا ہے کہ دُعا ان سب ذرائع سے جن سے کامیابی حاصل ہُوا کرتی ہے بڑھ کر ہے۔ اس آیت میں ایک لفظ خدا تعالےٰ نے ایسا رکھا ہے جس نے دعا کی ایسی تشریح کردی ہے جس سے پتہ لگ جاتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں اور کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ۔ اے رسول! (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جب تجھ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں۔ تو کہہ دے مَیں قریب ہوں۔ یہ آیت سورۃ بقرہ میں آئی ہے اور وہ مدنی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کا وہ وقت تھا کہ صحابہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے خدا تعالےٰ کے متعلق سوال کر سکتے تھے۔ حالانکہ سورۃ قٓ میں جو کہ مکیّ ہے خدا تعالےٰ فرما چکا ہے وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۔ اس آیت میں قریب نہیں بلکہ اقرب کا لفظ موجود ہے۔ پس جبکہ مکیّ سورۃ میں خدا تعالےٰ نے اپنے آپ کو اقرب فرما دیا ہے تو پھر مدنی میں یہ فرمانے کی کیا ضرورت تھی۔ کہ جب میرے بندے میرے متعلق تجھ سے سوال کریں تو یہ جواب دو کہ مَیں قریب ہوں کیونکہ جب مکی آیت کے ذریعہ انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ خدا تعالےٰ بہت ہی قریب ہے تو پھر یہ سوال

ہی کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اس آیت کے بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی اور اگر کوئی سوال کرتا بھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ بتا سکتے تھے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ لیکن قرآن کریم خدا تعالےٰ کا کلام ہے اور خدا کا کلام بلا ضرورت یا بیجا نہیں ہوا کرتا اس لئے معلوم ہوا کہ یہاں خدا تعالےٰ کا سوال بیان کرنا اور پھر اس کا جواب بھی دینا کوئی اور حکمت رکھتا ہے اور یہاں جو قریب کا لفظ آیا ہے اس کا مطلب وہ قُرب اور بُعد نہیں جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے متعلق تو اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے کہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ اگر یہاں بھی یہی مراد ہوتی تو پھر یہ کیوں فرماتا کہ جب لوگ تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یہ جواب دیجو گویا پہلے یہ جواب نہیں بتایا گیا تھا اور اب بتایا ہے تو معلوم ہوا کہ یہاں سوال ہی کوئی اَور ہے۔ اور اس کے جواب میں جو قریب کہا گیا، وہ بھی کوئی اور معنی رکھتا ہے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ان دونوں آیتوں میں خدا تعالےٰ نے ایک عجیب فرق رکھا ہے۔ اور وہ یہ کہ قرب اور بُعد ہمیشہ نسبت کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ایک چیز ہمارے قریب ہے مگر وہی دوسرے کے بعید ہے مثلاً یہ بچہ جو اس وقت منبر کے پاس بیٹھا ہے یہ مجھ سے قریب ہے لیکن جو شخص آخری سرے پر بیٹھا ہے اس کے بعید ہے اور جو اس کے قریب بیٹھا ہے وہ مجھ سے بعید ہے۔ تو قریب اور بعید نسبت سے ہوتا ہے۔ جب ایک چیز کو قریب کہتے ہیں تو ایک نسبت سے کہتے ہیں دوسری نسبت سے وہی چیز بعید ترین ہو سکتی ہے تو سورۃ قٓ میں جو خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِہٖ نَفْسُہٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (قٓ: ۱۷) کہ ہم نے ہی انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم ہی اس کے متعلق یہاں تک جانتے ہیں کہ اس کے دل میں جو کچھ وسوسہ ہوتا ہے۔ اس کو بھی جانتے ہیں اور ہم ہی اس کے رگِ جاں سے بھی قریب تر ہیں اس میں اِلَیْہِ کی نسبت سے اَقْرَب فرمایا ہے لیکن وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ میں قریب کا لفظ کسی نسبت سے نہیں فرمایا بلکہ بلا نسبت فرمایا ہے اور کوئی حد بندی نہیں کی۔

اس میں ایک لطیف بات ہے اور وہ یہ کہ انسان جو اپنی حاجت خدا تعالیٰ کے حضور بیان کرتا ہے وہ مختلف اوقات میں مختلف اشیاء کے متعلق ہوتی ہے کبھی تو وہ انسانوں کے متعلق ہوتی ہے۔ کبھی حیوان کے متعلق۔ کبھی جانداروں کے متعلق ہوتی ہے کبھی بے جانوں کے متعلق۔ کبھی خدا کے متعلق ہوتی ہے کبھی ملائکہ کے متعلق۔ کبھی اس دنیا کے متعلق ہوتی ہے۔ کبھی اگلے جہان کے متعلق کبھی اس زمین پر رہنے والی چیزوں کے متعلق ہوتی ہے کبھی آسمان کی چیزوں کے متعلق غرض انسان کی مختلف احتیاجیں ہیں اور ایسی وسیع ہیں کہ جن کی کوئی حد بندی نہیں ہو سکتی۔ لیکن انسان کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ جب کسی چیز کی اسے طلب ہوتی ہے تو اس کے حاصل کرنے کے متعلق کوئی ایسا ذریعہ تلاش کرتا ہے جو قریب ہو۔ قریب کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک یہ بھی قریب ہے کہ کوئی ذریعہ جلدی میسّر آجائے۔ مثلاً ایک شخص سفر پر جانا چاہتا ہے اسے یکّہ یا گھوڑا تلاش کرنا ہے ہو سکتا ہے کہ کوئی یکّہ یا گھوڑا اس کے مکان کے قریب ہو۔ اور کوئی دور۔ مگر جب قریب اور دور کا یکّہ یا گھوڑا آپس میں یکساں ہوں گے۔ یعنی ایک ہی وقت پر اور ایک ہی ایسے آرام سے پہنچانے ہوں گے تو وہ یہ نہیں کرے گا کہ اپنے مکان کے قریب والے کو نہ لے اور بعید والے کو لے لے۔ بلکہ وہ قریب والے کو لیگا اور بعید والے کو چھوڑ دے گا۔ تو ہر ایک انسان اپنا مدعا حاصل کرنے کے لئے جو ذریعہ قریب دیکھتا ہے۔ اس کو لیتا ہے اور بعید کو چھوڑ دیتا ہے اس کے علاوہ قریب ایک اور رنگ میں بھی ہوتا ہے یعنی وہ ذریعہ جو اپنے مدعا اور منزلِ مقصود کے قریب تر پہنچا دے۔ مثلاً کسی شخص نے ایک جگہ جانا ہے اسے ایک ایسی سواری ملتی ہے جو اسے منزلِ مقصود سے ایک میل ورے چھوڑ دیتی ہے۔ دوسری آدھ میل۔ تیسری ایک چوتھائی میل۔ اور ایک عین جگہ پر پہنچا دیتی ہے تو وہ ان میں سے اسی کو اختیار کرے گا جو سب سے قریب پہنچانے والی ہوگی۔ دوسریوں کو چھوڑ دے گا۔ غرض بہت سے قرب ہیں جن کا کسی چیز میں پایا جانا انسان دیکھتا ہے۔ اور جب وہ سارے قرب کسی میں پا لیتا ہے۔ تو اس کو اپنے مدعا کے حصول کے لئے لے لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے۔ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ کہ انسان اپنے مختلف مدعاؤں کے لئے کوشش کرتا ہے۔ اور ان کے لئے دیکھتا ہے کہ کونسا ذریعہ اختیار کروں جس سے جلد

کامیاب ہو جاؤں گا۔ مثلاً تبلیغ کا کام ہے۔ اس کے متعلق انسان سوچتا ہے کہ ٹریکٹ تقسیم کروں۔ یا لیکچر دوں۔ یا خدا سے دعا کروں کہ وہ لوگوں کے دلوں کو کھول دے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے جب کوئی انسان ذرائع کو سوچتے سوچتے یہاں پہنچے کہ میں دعا کروں تو اس کو کہہ دو کہ اللہ قریب ہے۔ قریب الیہ نہیں فرمایا اس لئے کہ خدا نہ صرف اس انسان کے قریب ہے بلکہ ہر ایک چیز کے قریب ہے۔ اور مدعا حاصل کرنے کا سب سے قریب ذریعہ ہے۔ یوں قریب ہونا ایک اور بات ہے لیکن جس مقصد کو حاصل کرنا ہو اس کے قریب کر دینا اور بات۔ مثلاً ایک بچہ جو قریب بیٹھا ہو اسے ایک چیز دی جائے کہ فلاں کو دے دو۔ جتنے عرصہ میں وہ چیز کو پہنچائے گا اس سے بہت جلدی ایک بڑا انسان جس کے ہاتھ اس سے لمبے ہوں گے باوجود اس سے دور بیٹھے ہونے کے پہنچا دے گا۔ کیونکہ وہ لڑکے کی نسبت ایک ایسا ذریعہ ہے جو اس چیز کو پہنچانے کے قریب ہے تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہارے بھی قریب ہوں اور وہ مقصد جسے تم حاصل کرنا چاہتے ہو اس کے بھی قریب ہوں۔ مثلاً کسی نے ولایت میں تبلیغ کا کام کرنا ہے۔ خدا تعالےٰ ولایت کے بھی قریب ہے اور یہاں کے بھی جہاں وہ شخص رہتا ہے۔ اس لئے وہ یہاں سے بات کو سُنکر وہاں فوراً پہنچا سکتا ہے۔ تو اس آیت میں قرب مکان کا ذکر نہیں بلکہ یہ کہ حصول مدعا کے لئے جتنے قربوں کی ضرورت ہے۔ وہ سب خدا میں موجود ہیں۔ مثلاً ایک شخص ولایت میں محتاج ہے۔ وہ وہاں سے ہمیں مدد کے لئے لکھتا ہے کہ میری مدد کرو۔ اگر ہم اس کو روپیہ بھیجیں تو پندرہ بیس دن کے بعد اسے ملے گا لیکن اگر دعا کریں تو ممکن ہے کہ ادھر ہمارے منہ سے اس کے لئے دعا نکلے اور اُدھر خدا تعالےٰ اس کا کوئی انتظام کر دے تو خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں قریب ہوں اگر کوئی مدّعا حاصل کرنا چاہتے ہو تو مجھ سے کہو دیکھو ایک مالدار شخص کو بھی جب مال کی ضرورت ہو گی تو وہ کچھ دیر کے بعد صندوق سے نکالے گا۔ یا بنک سے ڈرا کرائے گا۔ ایک بیمار ڈاکٹر کے پاس جائے گا ممکن ہے کہ ڈاکٹر موجود ہی نہ ہو۔ اور اگر ہو تو اسے جواب مل جائے کہ ڈاکٹر صاحب سوئے ہوئے ہیں۔ لیکن خدا تعالےٰ کے حضور حاضر ہونے کے لئے نہ ہاتھ کی ضرورت اور نہ پاؤں کی۔ دل ہی دل میں حاضر ہو سکتا ہے کیونکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں قریب ہوں۔ پھر انسان کے ہی قریب نہیں

بلکہ جس مدّعا اور مقصد کو حاصل کرنا ہو اس کے بھی قریب ہوں۔ ادھر انسان یہ کہتا ہے کہ الٰہی! مجھے فلاں چیز مل جائے۔ وہ چیز لاکھوں کروڑوں میل کے فاصلہ پر ہو خدا تعالیٰ اس پر اسی وقت قبضہ کر لیتا ہے کہ یہ ہمارے فلاں بندے کے لئے ہے۔ کیونکہ جس طرح خدا اس بندے کے قریب ہے اسی طرح اس چیز کے بھی قریب ہے تو کامیابی کے لئے یہ ذریعہ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ مفید ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرۃ: ۱۸۷) مَیں تمہارے قریب ہوں۔ اور بہت جلد حاصل ہو جانے والا ہوں۔ دوسرے ذرائع کے لئے تمہیں بہت کچھ کرنا پڑے گا۔ اور پھر بھی یقینی بات نہیں کہ ان سے تم کامیاب ہو جاؤ لیکن میرے حاصل کرنے کے لئے صرف توجہ اور اخلاص کی ضرورت ہے۔ جب کوئی میرا بندہ اس طریق سے دعا کرتا ہے تو مَیں اس کی دعا قبول کر لیتا ہوں۔ قبول کرنے کے دو طریق ہیں۔ ایک یہ کہ بات مان لی۔ مثلاً یہ کہ ہم نے دعا کی کہ اے خدا فلاں کی مدد کر۔ اس کو خدا نے سن لیا نہ یہ کہ اس کی مدد بھی کر دی۔ لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مجھے پکارتا ہے مَیں اس کی پکار کو قبول کرتا ہوں یعنی ادھر عرض سنتا ہوں اُدھر اسے پورا کر دیتا ہوں۔ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ۔ پس چاہیئے کہ وہ میرے احکام کو مانیں اور میری آواز کو سُنیں کیونکہ جب میں ہی ایک ایسا ذریعہ ہوں تو مجھ پر ہی ایمان لائیں تا کہ اپنے مدعا میں کامیاب ہوں۔

کامیابی حاصل کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے یہی سب سے بڑا گُر بتایا ہے اس لئے ہماری جماعت کو چاہیئے کہ کثرت سے دعاؤں کے ساتھ ان مبلغوں کی امداد کرے۔ جو ہمارے لئے اس قدر مصائب اٹھا رہے ہیں۔ لیکن اس لحاظ سے کہ ہمارے فرض کو وہ ادا کر رہے ہیں ہمارے لئے ہی تکالیف برداشت کر رہے ہیں وہ اپنے بیوی بچوں سے۔ مال و جائداد سے۔ ملک و وطن سے دور بیٹھے ہیں۔ مگر تم قریب ہو وہ سب دنیاوی تعلقات کو خدا کے لئے توڑ کر تبلیغ کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ مگر تمہارے سارے تعلقات وابستہ ہیں۔ تمھیں سمجھنا چاہیئے کہ جس طرح انہوں نے تمہارے لئے قربانی کی ہے اسی طرح ان کا بھی حق ہے کہ تم ان کے لئے قربانی کرو پس تم لوگ جہاں اور طریق سے ان کی مدد کرو۔ وہاں دعاؤں سے بھی ضرور ان کی تائید کرو اور یقین رکھو کہ یہی ایک ذریعہ ایسا ہے جس سے تم جلد سے جلد

کامیاب ہو سکتے ہو۔ کیونکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ مَیں تمہارے بھی قریب ہوں،
اور تمہارے مدعا اور مقصد کے بھی قریب۔ جیسے تار برقی ہے ایک جگہ ٹک ٹک ہوتی
ہے تو سینکڑوں میلوں پر فوراً خبر پہنچ جاتی ہے۔ خدا تعالےٰ کے مقابلہ میں تو
تار کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی۔ لیکن اس سے مَیں نے یہ بتایا ہے کہ یہ تار کا قرب
جب اس قدر مفید اور فائدہ رساں ہے تو خدا تعالےٰ جس کا قرب اس سے
بہت ہی زیادہ ہے وہ کس قدر مفید ہوگا اس کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں لگا سکتا۔
وہ ادھر سنتا اور ادھر قبول کر لیتا ہے خواہ کتنے ہی فاصلے پر وہ مدعا ہو۔

غرض ایسا آسان اور سہل اور کوئی کامیابی کا طریق نہیں ہے۔ اس لئے
ہماری تمام جماعت کو چاہیئے کہ ان لوگوں کے لئے جو اپنے بال بچوں مال و اموال
خویش و اقارب کو چھوڑ کر ایسے کام کی خاطر دور دراز ملکوں میں گئے ہوئے
ہیں جس کا کرنا ہمارا بھی فرض ہے اور پھر ایسے لوگوں میں گئے ہیں جن کے اخلاص
اور عادات سے واقف نہیں۔ ان مشکلات کے ہوتے ہوئے وہ کام کر رہے
ہیں بہت دعائیں کی جائیں۔

اللہ تعالےٰ ہماری جماعت میں اس بات کے احساس کو پیدا کرنے علاوہ
اور رنگ کی مدد کرنے کے دعا سے بھی ان کی مدد کریں۔ جو محض اللہ کی خاطر
اپنے ملک سے بے ملک اپنے وطن سے بے وطن ہوئے ہیں۔ خدا تعالےٰ ان کی
زبانوں میں برکت دے۔ دلوں میں ایمان مضبوط کرے اور اعمال میں تقویٰ
اور سداد پیدا کرے۔ ان کی باتیں سننے والے ان سے مسرور ہوں اور انہیں
عظمت کی نگاہ سے دیکھیں دشمن کی نظروں میں وہ ذلیل نہ ہوں اور ان کی
نظر میں کوئی بڑے سے بڑا دشمن ایسا نہ آئے جس سے وہ مرعوب ہو جائیں آمین

(الفضل ۸ر جولائی ۱۹۱۶ء)